اے اہلِ ایمان!... سچوں کے ساتھ رہو

مولانا عبدالصمد
محراب پور، سندھ

سچے کون ہیں؟ اور اُن کی علامات کیا ہیں؟ ان کی شناخت ہم کیسے کریں؟ اب تو سچے کہاں؟ اب تو جھوٹوں کی بہتات ہے؟ جائیں تو کہاں جائیں؟ کس کا ساتھ دیں؟ بس اللہ ہی مدد فرمائے، باقی حالات عجیب ہیں۔

یہ وہ باتیں ہیں جو اکثر و بیشتر لوگوں کی زبان پر آتی رہتی ہیں، کبھی تو یہ الفاظ اس وقت کہے جاتے ہیں کہ دینی و دنیاوی اعتبار سے کوئی پریشان ہوتا ہے، پریشانی ہر طرف سے اس کو گھیر لیتی ہے، اور کبھی اس وقت یہ الفاظ بولے جاتے ہیں جب اہلِ حق وصدق حق بات سمجھانے کے لیے کسی سے گفتگو کر رہے ہوتے ہیں۔ جب مخاطب لاجواب ہوجاتا ہے تو اس طرح کے مایوس کن الفاظ کہہ کر اپنی جان چھڑانے کی کوشش کرتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس طرح کی باتوں کے پیچھے اپنی سستی، دینی غفلت، لاپرواہی، راہِ حق کی طلب کا فقدان، نشست وبرخاست کا اُن لوگوں کے ساتھ ہونا جو خود اخلاقی بدتری کا شکار ہوتے ہیں، دین سے صرف نام کی حد تک تعلق ہوتا ہے، دین کو صحیح سمجھنے کے لیے کبھی زحمت برداشت نہیں کی، جو ذہن میں آیا اس کو دینِ حق سمجھ بیٹھے۔ اس پر اتنا ڈٹ گئے کہ مجال ہے ذرا بھی اس سے ہٹنے کو تیار ہوں، (العیاذ باللہ) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حق کو سورج کی طرح روشن کردیا ہے، حالانکہ قرآن، حدیث، قرآن والے، حدیث والے ابھی تک موجود ہوں، پھر بھی مایوس کن باتیں کرنا اس پر افسوس کے سوائے کیا کہا جاسکتا ہے؟

اہلِ حق وصدق ہمیشہ رہے ہیں اور رہیں گے، اس کا وعدہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے کیا ہوا ہے۔ دنیا کا کوئی علاقہ یا شہر ایسا نہیں ہے جہاں اہلِ حق وصدق کی جماعت موجود نہ ہو اور افراد نہ ہوں۔ خانقاہوں، مدرسوں، مسجدوں میں رہنے والے یہ ہی تو اہلِ حق وصدق ہیں، جنہوں نے ہمیشہ اپنے کردار، اعمال اور اقوال سے سچ/حق کی آواز بلند کی ہے، کمی ہے تو اپنی ہے کہ ہم میں اہلِ حق کو تلاش کرنے کا فقدان ہے۔

قرآن وحدیث میں جابجا اہلِ حق وصدق کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ساتھ ساتھ ان کے ساتھ رہنے کا تاکیدی حکم بھی دیا گیا ہے اروان کی مخالفت پر وعیدیں بھی سنائی گئی ہیں اور ان کے ساتھ تعلق نہ رکھنے پر دینی ودنیاوی نقصانات بھی بتائے گئے۔

قرآن کریم میں صادقین کی علامات

درج ذیل آیات میں صادقین کی علامات بیان کی گئی ہیں:

①:-''اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ۔'' (الحجرات:۱۵)

ترجمہ:''پورے مومن تو وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول (علیہ السلام) پر ایمان لائے، پھر شک نہیں کیا اور اپنے مال اور جان سے خدا کے رستے میں محنت اٹھائی یہ لوگ ہیں سچے۔'' (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

فائدہ: اس آیت میں بتادیا کہ ایمان میں سچائی لازم ہے۔ (انوار البیان: ج:۴،ص:۳۰۰)

②:''لِلْفُقَرَاۗءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ۔'' (الحشر:۸)

ترجمہ:''اور ان حاجت مند مہاجرین کا (بالخصوص) حق ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے (جبراً وظلماً) جدا کردیے گئے، وہ اللہ تعالیٰ کے فضل (یعنی جنت) اور رضامندی کے طالب ہیں۔ اور وہ اللہ اور رسول (کے دین) کی مدد کرتے ہیں (اور) یہی لوگ (ایمان) کے سچے ہیں۔''

③:''وَالَّذِيْ جَاۗءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔'' (الزمر:۳۳)

ترجمہ:''اور جو لوگ سچی بات لے کر آئے اور اس کو سچ جانا تو یہ لوگ پرہیزگار ہیں۔''

فائدہ: اس آیتِ مبارکہ میں سچائی اختیار کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے اور انہیں صفتِ تقویٰ سے متصف فرمایا ہے۔ (انوار البیان، ج:۴،ص:۳۰۰)

④: وعدہ پورا کرنے میں سچائی ہو:

''مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ۔'' (الاحزاب:۲۳)

ترجمہ:''ان مؤمنین میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے جس بات کا وعدہ کیا تھا، اس میں سچے اُترے۔''

مفسرین کی تفاسیر میں بیان کردہ صادقین کی علامات

اسی طرح حضرات مفسرین نے بھی اہلِ صدق کی مزید علامات بیان فرمائی ہیں، جوکہ حسب ذیل ہیں:

❶: دین کے معاملات میں سچے ہوں، یعنی صرف اللہ کو راضی کرنے کی نیت ہو۔

❷: اقوال (باتوں) میں سچے ہوں، پھرنے والے نہ ہوں۔

❸: اعمال (کردار) میں سچے و پختہ ہوں۔

(البحر المحیط، ج:۵،ص:۱۱۳۔ تفسیر نسفی، ج:۲،ص:۳۹۳۔ الکشاف، ج:۲،ص:۳۵۶۔ روح المعانی، ج:۶،ص:۴۵)

❹: ظاہر و باطن ایک جیسا ہو۔ (قرطبی: ج:۸،ص:۲۶۲) یہ نشانی تمام نشانیوں کو جامع ہے۔

❺: دن کی روشنی میں اور رات کی تاریکی میں ان کی زبان سچ سے لبریز ہو۔ برسرِ عام اور خفیہ دونوں صورتوں میں اُن کی زبانیں سچ سے تر ہوں۔

❻: اپنے گناہوں، خطاؤں، کمی، کوتاہیوں، پر توبہ کرنے اور رجوع الی اللہ میں سچے ہوں۔ (بیضاوی، ج:۳،ص:۱۰۰)

❼: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: صادقین وہ ہیں جو اپنے ایمان میں سچے ثابت ہوئے اور جو اللہ و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اطاعت پر معاہدہ کیا ہے، اس میں سچے ثابت ہوں۔ (روح المعانی، ج:۶،ص:۴۵)

خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے سچ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا ہوا ہو اور اپنے اعضاء کی طرح سچ کو بھی اپنے جسم کا جز سمجھتے ہوں۔

حضرات مفسرین نے مخاطبین کے فہم و ذکاء کا لحاظ کرتے ہوئے ایک بات کو مختلف انداز میں سمجھانے کی پوری پوری کوشش کی ہے، تاکہ ہر آدمی اپنے حال، فہم/ ذکاء کے اعتبار سے سمجھ سکے اور عمل کرے۔ مذکورہ بالا علامات کے ذریعہ عام سے عام آدمی اہلِ صدق کی شناخت کرسکتا ہے۔ جب کسی فرد/ جماعت کے بارے میں تحقیق و تفتیش سے یہ ثابت ہوجائے کہ وہ سچے ہیں تو ان کی حمایت/ تعاون اور ان کا ساتھ دینا لازم ہوجاتا ہے، چاہے زبانی ہو یا عملی ہو، ان کی مخالفت جائز نہ ہوگی، مخالفت برائے مخالفت کی صورت میں گناہ کا طوق اس کی گردن میں توبہ تک ہوگا۔

اہلِ صدق وحق کے ساتھ تعاون/ مدد کرنے اور ان کا ساتھ دینے کے بارے میں قرآن وحدیث میں جابجا تاکیدی حکم مذکور ہے، لیکن ہم صرف یہاں پر ایک آیت کو ذکر کرتے ہیں، ساتھ ساتھ اس آیت کے ذیل میں حضرات مفسرین نے جو رموز، معارف/ نکتے، حقائق بیان کیے ہیں، وہ بھی ہم ''فائدہ'' کے نام سے ذکر کریں گے، شاید کسی کو بات سمجھ میں آجائے اور ہدایت کا ذریعہ بن جائے:

’’یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ.‘‘ (التوبہ:۱۱۹)

ترجمہ: ’’اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور عمل میں سچوں کے ساتھ رہو۔‘‘

’’یعنی جو نیت اور بات میں سچے ہیں، ان کی راہ چلو کہ تم بھی صدق اختیار کرو۔‘‘ (بیان القرآن،ص:۴۲۱)

آیتِ مذکورہ کا ماقبل سے ربط وتعلق

اس کے بارے میں حضرات مفسرین کے دو قول ہیں:

❶: حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کا ہے، وہ ربط بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’چونکہ کعب بن مالکؓ وغیرہ کی معافی محض پرہیزگاری اور سچ بولنے کی وجہ سے ہوئی، اس لیے عام مسلمانوں کو تقویٰ، پرہیزگاری اور صادقین کی معیت اور صحبت کا حکم دیا جاتا ہے کہ صادقین کی معیت اور صحبت اختیار کرو اور منافقین کی صحبت سے پرہیز کرو، اس لیے کہ نبوت کے بعد درجہ صدق کا ہے: ’’فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ. الخ.‘‘

(معارف القرآن، ج:۳،ص:۵۳۳)

❷: علامہ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

جملہ معترضہ ہے، صدق کی اہمیت، افادیت وضرورت پر تنبیہ کرنے کے لیے لایا گیا ہے:

’’واعترضت هٰذه الجملة تنبيها على رتبة الصدق كفى بها أنها ثانية لرتبة النبوة.‘‘ (البحر المحیط:ج:۵،ص:۱۱۳)

آیتِ مذکورہ سے مستنبط فوائد اور نکات

ایمان اور تقویٰ کے ساتھ صحبتِ صالحین بھی ضروری ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان کے بعد تقویٰ ضروری ہے اور پھر صادقین اور صالحین کی معیت بھی ضروری ہے، کیونکہ ’’اتَّقُوا اللّٰهَ‘‘ کے بعد ’’وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ‘‘ کا حکم دیا گیا ہے، جو وجوب اور لزوم کے لیے ہے، کوئی کمال بدون کامل کی صحبت کے حاصل نہیں ہوسکتا۔ صحابیت کی حقیقت ہی شرفِ صحبت ہے۔ (معارف القرآن، ج:۳،ص:۵۳۳، کاندھلویؒ)

حضرت مولانا عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ اس آیت کا مفہوم ومطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’حضرات مفسرین کرامؒ نے ’’وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ‘‘ کا ایک مطلب تو یہ بھی لکھا ہے کہ ’’كونوا مثلهم في صدقهم‘‘ (روح المعانی: ج:۶،ص:۴۵) یعنی جو لوگ صادقین ہیں ان ہی کی

طرح ہوجاؤ، یعنی صدق ہی کو اختیار کرو اور ایمانی اقوال، اعمال، احوال میں صادقین کی راہ پر چلو، اور جس واقعے کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی اس کی مناسبت سے یہی معنی زیادہ اظہر ہے، کیونکہ حضرت کعبؓ اور ان کے دونوں ساتھی جو نبی اکرم ﷺ اور آپ کے ساتھ جانے سے رہ گئے تھے، وہ ان کے ساتھ عملِ صدق میں شریک نہ ہوئے تھے۔

لیکن الفاظ کا عموم اس بات کو بھی بتاتا ہے کہ صادقین کی صحبت اختیار کرو، صحبت کا بڑا اثر ہوتا ہے، اچھی صحبت اور بری صحبت دونوں بہت زیادہ اثر انداز ہوتی ہیں، جو اچھوں کی صحبت اُٹھائے گا اس میں خوبی پیدا ہوگی اور جو بروں کی صحبت میں رہے گا، اس میں برائیاں آتی چلی جائیں گی۔''

(انوار البیان، ج:۴،ص:۳۵۳)

آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ سچوں کے ساتھ ہونے میں تقویٰ کی صفت سے متصف ہوں گے، تقویٰ کا حکم دینے کے بعد سچوں کے ساتھ ہونے کا حکم دیا ہے، اپنے لیے بھی صادقین کی مصاحبت کی فکر کریں اور اپنی اولاد کے لیے بھی اسی کو سوچیں، صادقین کے ساتھ بھی رہیں، ان کی کتابیں بھی پڑھیں، کتاب بھی بہترین ساتھی ہے، مگر کتاب اچھی ہو، اچھائی سکھاتی ہو اور اچھے لوگوں کی لکھی ہوئی ہو۔

(انوار البیان: ج:۴،ص:۳۵۳)

''كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ'' کی تعبیر اختیار کرنے میں ایک اہم نکتہ

یہاں پر حضرات مفسرین نے ایک اور باریک نکتہ بھی بیان فرمایا کہ: ''كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ'' کے بجائے ''کونوا مع العالمین'' اور ''کونوا مع الصالحین'' کیوں نہیں کہا گیا؟ اس بارے میں مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں کہ:

> ''کونوا مع العالمین'' اور ''کونوا مع الصالحین'' کے بجائے ''كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ'' کا لفظ اختیار فرما کر عالم اور صالح کی پہچان بھی بتلادی کہ صالح/ عالم صرف وہی شخص ہوسکتا ہے، جس کا ظاہر و باطن یکساں ہو، نیت و ارادے کا بھی سچا ہو، قول کا بھی سچا ہو، عمل کا بھی سچا ہو۔

(معارف القرآن، ج:۴،ص:۴۸۵)

''كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ'' میں اس طرف اشارہ فرمایا کہ صفتِ تقویٰ حاصل کرنے لیے طریقۂ صالحین وصادقین کی صحبت اور عمل میں ان کی موافقت ہے، اس میں شاید یہ بھی اشارہ ہو کہ جن حضرات سے یہ لغزش ہوئی اس میں منافقین کی صحبت ومجالست اور ان کے مشورے کو بھی دخل تھا۔ اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کی صحبت سے بچنا چاہیے اور صادقین کی صحبت اختیار کرنا چاہیے۔ (معارف القرآن، ج:۴،ص:۴۸۵)

صادقین کی معیت میں رہ کر دنیا وآخرت کی بے شمار خوبیاں حاصل ہوتی ہیں، لیکن ہم یہاں صرف تین کو ذکر کرتے ہیں، جو جامع ومانع ہیں: ۱:-اجتماعیت، ۲:-تربیت یعنی اخلاقِ ظاہرہ، اخلاقِ باطنہ کی تربیت ہوگی۔ ۳:-دینی ودنیاوی معاملات میں ترقی ہوگی۔ (مواعظِ جمعہ مولانا عبدالکریمؒ، ملتان، ص: ۲۶۳)

حضرات مفسرین کرامؒ نے آیتِ بالا کے ذیل میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

’’اس طرح درجہ بدرجہ ہر زمانے میں صالح بندگانِ خداوند تعالیٰ کا ساتھ دینا ضروری ہے، چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے زمانۂ خلافتِ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وقت آیتِ مذکورہ سے استدلال کرکے فرمایا کہ: ’’اے لوگو! حضرت علیؓ اور ان کے اصحاب کے ساتھ ہوجاؤ۔‘‘

(مواہب الرحمٰن، ج: ۳، ص: ۵۷)

راہِ حق کی تین اقسام

راہِ حق کی تین اقسام ہیں: ❶: ایمان، ❷: تقویٰ، ❸: صدق۔ اور ان اعمال کا تعلق دل سے ہے، کیونکہ ان کے حقائق کشفِ انوار الغیوب سے درست ثابت ہوتے ہیں، جب یہ حقائق ثابت ہوگئے تو بندے کو ایمان سے آیاتِ قرآنی کے حقائق ملتے ہیں، اور تقویٰ سے مشاہدۂ صفات، اور صدق سے مشاہدۂ انوارِ ذات حاصل ہوتے ہیں، واضح ہو کہ پہلے ان کو مؤمنین کہا، پھر ان کو اس مقام سے مقامِ تقویٰ کی طرف بلایا اور وہ مشاہدۂ جلال وعظمت کا مقام ہے کہ تمام اغیار سے بیزار ہوجائے۔ پھر تقویٰ سے مقامِ صدق کی طرف بلایا اور وہ مقامِ استقامت مع اللہ عز وجل ہے، چنانچہ صادق اس کی بلا وامتحان سے گریز نہیں کرتا اور اس میں اشارہ ہے کہ جو مؤمن ہے، اس میں تقویٰ، صدق کی استدعا (تقاضا) ہے۔ نیز اس آیت میں یہ بیان بھی ہے کہ صادقین سے مخالفت نہ کرو، چنانچہ صادقین کو جو علوم واسرار حاصل ہوتے ہیں ان میں اتباع کرنے والوں کو بھی فیض حاصل ہوتا ہے۔ (مواہب الرحمٰن، ج: ۳، ص: ۱۶)

نیز اس آیتِ بالا کے ذیل میں حضرات مفسرینؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

’’صالحین وصادقین کی موافقت ومتابعت کسی صورت میں بھی ترک نہ کرے، اگرچہ صادقین، صالحین کی مخالفت پر ایک جمِ غفیر آیا ہو۔‘‘ (مواہب الرحمٰن، ج: ۳، ص: ۵۷)

آیتِ مذکورہ اجماع کی حجیت کی دلیل ہے

بعض علماء کا قول ہے کہ یہ آیت اجماعِ امت کے حجت ہونے کی دلیل ہے، یعنی جن اُمور پر اجماع ہوجائے، ان کا ماننا ضروری ہے، کیونکہ ’’كُونُوا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ‘‘ فرمایا گیا ہے:

’’والآية تدل على أن الإجماع حجة؛ لأنه أمر بالكون مع الصادقين، فلزم القبول لهم.‘‘ (تفسیر نسفی، ج:۲،ص:۲۹۳۔ تفسیر الکبیر، ج:۶،ص:۱۶۶۔ مواہب الرحمٰن، ج:۳،ص:۵۹)

صادقین ہر زمانے میں ہوں گے

امام رازیؒ اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ: اہلِ ایمان کو صادقین کی معیت اختیار کرنے کا حکم دیا تو اس میں یہ بھی اشارہ کر دیا کہ صادقین کی جماعت ہر زمانے میں رہے گی:

’’إنهٗ تعالیٰ أمر المؤمنين بالكون مع الصادقين، فلابد من وجود الصادقين في كل وقت.‘‘ (تفسیر الکبیر، ج:۶،ص:۱۶۶)

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ آیتِ مذکورہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’سچوں کی صحبت رکھو، اور ان ہی جیسے کام کرو، دیکھ لو! یہ تین شخص سچ کی بدولت بخشے گئے اور مقبول ٹھہرے۔ منافقین نے جھوٹ بولا اور خدا کا ڈر دل سے نکال دیا تو ’’درکِ اسفل‘‘ کے مستحق بنے۔‘‘

(تفسیر عثمانی، ج:۱،ص:۵۸۷)

حضرت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

’’بعض نے معیت کی تفسیر مخالطت ومقارنت سے کی ہے، كذا في الروح، اس میں ترغیب ہے صحبتِ صالحین کی۔‘‘ (بیان القرآن،ص:۴۲۱)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ تفسیر حقانی (ج:۲،ص:۵۲۳) میں لکھتے ہیں:

’’صادقین کے جو کچھ فضائل آئے ہیں، وہ بیان سے باہر ہیں، جب آدمی اپنے خدا تعالیٰ سے سچا رہتا ہے تو دین و دنیا کی برکات نصیب ہوتی ہیں، چونکہ صدق بھی نبوت کا ایک جزوِ اعظم ہے، اس لیے صدیق کا درجہ نبی کے بعد ہے۔‘‘ (تفسیر حقانی، ج:۲،ص:۵۲۳)

صحبتِ صالحین کی ضرورت سے متعلق چند احادیث مبارکہ

ہر شخص کو معاشرت کے لیے، اُٹھنے بیٹھنے کے لیے، مسافرت کے لیے اور مصاحبت کے لیے صادقین کی صحبت اختیار کرنا لازم ہے، جیسے ساتھی ہوں گے ویسا ہی خود ہو جائے گا، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

❶: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ’’انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، سو تم میں سے ہر شخص غور وفکر کرے کہ اس کی دوستی کس سے ہے؟: ’’الرجل علیٰ دين خليله، فلينظر أحدكم من يخالل.‘‘

❷: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: صرف مؤمن کی صحبت اختیار کرو اور تیرا کھانا متقی کے سوا کوئی نہ کھائے: ''لاتصاحب إلا مؤمناً ولایأکل طعامك إلا تقي.'' (الترمذی، ج:۲،ص:۶۵)

❸: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر تم میں سے کسی کا ارادہ صادقین کی معیت وصحبت اختیار کرنے کا ہو تو دو کام کرو، تم کو صادقین کی معیت نصیب ہوجائے گی: ۱:- دنیا میں رہ کر زہد اختیار کرو، ۲:- اہلِ دنیا سے اپنے آپ کو بچاتے رہو۔ (ابن کثیر، ج:۴،ص:۳۹۹)

اس آیتِ مبارکہ میں سچائی کی اہمیت اور ضرورت بتانے کے لیے عامۃ المسلمین کو حکم دیا گیا ہے کہ سچوں کا ساتھ دو، تاکہ صفتِ صدق حاصل ہوجائے، نیز آیتِ مذکورہ میں سچ بولنے اور تمام معاملات میں سچائی اختیار کرنے کی ضمناً ترغیب دی گئی ہے، اس لیے کہ سچ تمام خوبیوں/نیکیوں کی جڑ ہے اور تمام نیکیوں سے افضل واحسن ہے اور سچ اچھی عادت/خصلت کی بنیاد ہے اور ہر سعادت وخیر کے حاصل کرنے کا ذریعہ بھی ہے اور صدق سے ہی ہر کمال حاصل ہوتا ہے۔ سچائی کا نتیجہ سو فیصد کامیابی ہے، لہٰذا جب تمام مقامات میں سچ کا لحاظ کیا جائے گا، یعنی دل، فکر، نیت، قول، عمل صدق سے لبریز ہوگا تو پھر اس کے نتائج بھی شاندار روح افزا نکلیں گے۔ سچ کا اثر حالتِ نیند پر بھی ہوگا اور خواب سچے آئیں گے، دل پر آنے والی چیز بھی سچی ثابت ہوگی۔ اس پر آنے والے احوال درست ہوں گے۔ امورِ وہبیہ، مشاہدات میں بھی نتیجہ سچا آئے گا، اگر یوں کہا جائے کہ سچ شجرۂ کمال کی اصل ہے، احوالِ صادقہ کے ثمر کا بیج ہے تو بجا ہوگا۔ ساتھ ساتھ جھوٹ بولنے پر اور تمام معاملات میں جھوٹ بولنے پر ضمناً سخت وعید بھی دی گئی ہے، اس لیے کہ جھوٹ تمام برائیوں میں سے سب سے قبیح ہے اور جھوٹ ہر برائی کی جڑ ہے اور ہر بری عادت وخصلت کی بنیاد ہے۔ ہر شقاوت کے حاصل کرنے کا ذریعہ بھی ہے، جھوٹ کا نتیجہ سو فیصد ناکامی وذلت ہے۔ (تفسیر قاسمی، ج:۵،ص:۵۲۵)

صدق اور سچائی سے متعلق چند احادیث مبارکہ

①: روایت میں آتا ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ میں آپ پر ایمان لانا چاہتا ہوں، لیکن میں تو شراب، زنا، چوری اور جھوٹ کا گرویدہ ہوں، ان کو میں چھوڑ نہیں سکتا اور آپ تو ان چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں اور میں ان اعمال کا شیدائی ہوں کہ چھوڑ نہیں سکتا، اگر آپ ان میں سے کسی ایک کے چھوڑنے کا حکم دیں گے تو میں مؤمن ہوجاؤں گا، باقی اعمال حسب عادت کرتا رہوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی گفتگو سن کر فرمایا کہ ٹھیک ہے تو مسلمان ہوجا، لیکن جھوٹ نہ بولنا، وہ مسلمان ہوگیا اور چلا گیا، جب اس پر شراب پیش کی گئی تو اس نے کہا کہ اگر میں نے شراب پی لی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے شراب کے پینے کے بارے

میں پوچھا تو اگر میں نے جھوٹ بولا تو یہ وعدہ خلافی ہوگی اور اگر میں نے سچ بولا تو مجھ پر حد قائم ہوگی، اس لیے بس میں شراب چھوڑتا ہوں، پھر اس پر زنا پیش کیا گیا، اس وقت بھی یہی صورت حال ہوئی، تو زنا بھی چھوڑ دیا، اسی طرح چوری کرنے کے ارادے میں بھی یہی صورت حال سامنے آئی اور چوری کرنا چھوڑ دیا۔ بالآخر وہ شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ نے تو میرے ساتھ بہت ہی اچھا کیا کہ آپ نے مجھے جھوٹ سے روکا، اس سے تمام برائیاں مجھ سے چھوٹ گئیں اور باقی تمام گناہوں سے توبہ کرلی۔ معلوم ہوا کہ جھوٹ نہ بولنے کے بہت فوائد ہیں۔ (تفسیر الکبیر، ج:۶،ص:۱۶۷، تفسیر سراج منیر، ج:۱،ص:۶۵۶)

②: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ’’تم اپنی جانوں کی طرح مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دے دو، میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں: ۱:-بولو، تو سچ بولو، ۲:-وعدہ پورا کرو، ۳:-جو امانتیں تمہارے پاس رکھی جائیں انہیں ادا کرو، ۴:-اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو، ۵:-اپنی نظروں کو نیچا رکھو، ۶:-اپنے ہاتھوں کو ظلم وزیادتی سے بچائے رکھو۔‘‘ (مشکوۃ،ص:۴۱۵)

③: حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ: ’’ایک دن میری والدہ نے مجھے بلایا، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے۔ میری والدہ نے کہا: آ! میں تجھے دے رہی ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تم نے کیا چیز دینے کا ارادہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا: میں نے کھجور دینے کا ارادہ کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو اُسے کھجور بھی نہ دیتی تو تیرے اعمال نامہ میں ایک جھوٹ لکھا جاتا۔‘‘ (مشکوۃ،ص:۵۱۶)

④: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تم سچ کو پکڑو، کیونکہ سچ نیکی کا راستہ دکھاتا ہے اور بے شک نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور انسان برابر سچ اختیار کرتا ہے اور سچ ہی پر عمل کرنے کی فکر کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور تم جھوٹ سے بچو، کیونکہ جھوٹ گناہ گاری کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ گاری دوزخ میں لے جاتی ہے اور انسان جھوٹ کو اختیار کرتا ہے اور جھوٹ ہی کے لیے فکرمند رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔ (سنن الترمذی، ج:۱،ص:۱۹)

⑤: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ’’جب تیرے اندر چار خصلتیں ہوں تو ساری دنیا بھی اگر تجھ سے جاتی ہے تو کوئی ڈر نہیں: ①: امانت کی حفاظت، ②: بات کی سچائی، ③: اخلاق کی خوبی، ④: لقمہ کی پاکیزگی۔‘‘ (مشکوۃ،ص:۴۴۵)

آخر میں دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہم سب مسلمانوں کو دنیا وآخرت میں اہلِ صدق وحق کی رفاقت نصیب فرمائے۔ آمین! بجاه سيد المرسلين ، صلى الله عليه وآله وصحبه أجمعين

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....